QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اقبال کی شاعری میں اسلامی فلسفۂ تاریخ کا مطالعہ فارسی نظموں کی روشنی میں

The Study of Islamic Philosophy of History in Iqbal's Poetry: In the Light of His Urdu and Persian Poems

Dr. Hafiz Mansoor Ahmad
Assistant Professor, Department of Persian, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.
Email: mansoor.ahmad@uos.edu.pk
Aziz ur Rehman
Lecturer, Riphah International University, Lahore, Pakistan. sannanaziz@gmail.com
Hafiz Jamil Khalil
PhD, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology, Lahore, Pakistan;
Lecturer, University of Lahore, Lahore, Pakistan.
Email: jamilkhalilajmi@gmail.com

Abstract

This paper explores the Islamic philosophy of history as reflected in the Urdu and Persian poetry of Allama Muhammad Iqbal. Iqbal does not view history as a mere sequence of events, but as a dynamic process of intellectual, moral, and spiritual evolution rooted in the principles of Tawhid (monotheism), Khudi (selfhood), and purposeful action. His poetic vision presents history as a manifestation of divine laws governing the rise and fall of nations based on their moral character, collective will, and spiritual consciousness. Drawing from both his Urdu and Persian works, the study analyzes how Iqbal integrates Quranic themes with historical insight, urging Muslims to learn from the past and shape their future with dignity, creativity, and divine purpose. His concept of history challenges fatalism and promotes an active, revivalist outlook rooted in Islamic ideals.

Keywords: *Iqbal, Islamic Philosophy of History, Urdu Poetry, Persian Poetry, Tawhid, Khudi, Historical Consciousness.*

فلسفۂ تاریخ، انسان کی ماضی، حال اور مستقبل کی فکری، عملی اور تہذیبی صورت گری میں ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ فارسی ادبی روایت، خصوصاً شعری بیانیے میں فلسفۂ تاریخ نہ صرف ایک نظریۂ تفکر کے طور پر موجود رہا ہے بلکہ اس نے تمدنی اقدار، تہذیبی شعور، روحانی معنویت اور انسانی تجربات کی تدوین میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ فارسی شعرا نے وقت، تغیر، زوال و عروج، ماضی کی بازیافت اور آئندہ کے امکانات جیسے موضوعات کو فکری گہرائی اور فنی لطافت کے ساتھ پیش کیا۔ اس روایت میں اقبال کی شعری فکر ایک قابلِ توجہ موڑ ہے جس نے نہ صرف کلاسیکی تناظر کو احیا کیا بلکہ نئی فکری تشکیل کی بنیاد بھی رکھی۔ اس فکری تسلسل نے مابعد کی فارسی نثر و نظم پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ درج ذیل میں ان تین جہات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ اقتباسات، حوالہ جات اور معاصر آرا کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے:

1۔ اسلامی فلسفۂ تاریخ تعارف و مبادیات

اسلامی فلسفۂ تاریخ ایک ایسا علمی میدان ہے جو نہ صرف واقعات کی ترتیب و تدوین پر غور کرتا ہے بلکہ ان کے پیچھے کار فرما اصولوں، محرکات، اور اخلاقی بنیادوں پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ مغربی فلسفۂ تاریخ زیادہ تر انسان کے عمل، معیشت، سیاست یا معاشرتی ارتقا پر مرکوز ہوتا ہے، جبکہ اسلامی نقطۂ نظر تاریخ کو ربانی ہدایت کے تسلسل، الٰہی سنتوں کے ظہور اور اقوام کے عروج و زوال کی روحانی اور اخلاقی توجیہ کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اس کے بنیادی مصادر

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

قرآن، سنت اور خلفائے راشدین کی عملی تاریخ ہے۔ اسلامی فلسفۂ تاریخ میں انسان محض ایک مادی مخلوق نہیں بلکہ خلیفۃُ اللہ ہے جس کے اعمال اجتماعی تقدیر پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

فلسفۂ تاریخ کی تعریف اور دائرۂ کار

فلسفۂ تاریخ سے مراد وہ علم ہے جو انسانی تاریخ کے اسباب، مقاصد، اصول اور سمت پر غور کرتا ہے۔

"تاریخ کردار اور حالات کے ٹکراؤ کا ریکارڈ ہے۔"[1]

اسلامی تناظر میں تاریخ کا مقصد صرف واقعات کا ریکارڈ نہیں بلکہ عبرت، ہدایت اور ربانی سنتوں کا ظہور ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾

"یقیناً ان کے قصوں میں عقل مندوں کے لیے عبرت ہے۔"[2]

آیت اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ اسلامی فلسفۂ تاریخ محض ماضی کا تجزیہ نہیں بلکہ مستقبل کی ہدایت کے لیے ہے۔

اسلامی تصورِ تاریخ قرآن، سیرت، اور خلافت کی روشنی میں

اسلامی تاریخ کا آغاز وحی سے ہوتا ہے، جو انسان کو اس کے مقصدِ وجود اور اجتماعی ذمہ داریوں کا شعور بخشتی ہے۔ سیرتِ نبویہ ﷺ تاریخ کا زندہ نمونہ ہے جہاں وحی، عمل، اور اخلاقی جدوجہد ہم آہنگ ہو کر انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے

"نحن قوم أعزنا الله بالإسلام، فإن ابتغينا العزة بغيره أذلنا الله"

"ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کے ذریعے عزت دی، اگر ہم عزت کسی اور چیز میں تلاش کریں گے تو اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔"[3]

یہ اقتباس اسلامی تاریخ کے روحانی جوہر کو واضح کرتا ہے کہ اسلامی تہذیب کی بنیاد ایمان اور اصولوں پر ہے، نہ کہ مادی طاقت پر۔

تاریخ کے محرکات توحید، نبوت، خلافت، جہاد، اجتہاد

اسلامی فلسفۂ تاریخ میں محرکاتِ تاریخ مادی سے زیادہ روحانی اور اخلاقی ہیں، جن میں سرفہرست توحید کا تصور ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

"میں نے جن و انس کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔"[4]

یہ آیت اسلامی تصورِ انسان اور اس کی تاریخ کا بنیادی محرک واضح کرتی ہے۔

---

1 Durant, Will. *The Story of Civilization* (New York Simon & Schuster, 1935), 1 3
2 Al-Qurʾān, Yūsuf 12111
3 Ibn ʿAbd al-Ḥakam, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, *Futūḥ Miṣr wa Akhbāruhā* (Cairo Dār al-Maʿārif, 1961), 1 85.)
4 Al-Qurʾān, al-Dhāriyāt 5156

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

علامہ ابن خلدونؒ، جنہیں فلسفۂ تاریخ کا بانی بھی کہا جاتا ہے، لکھتے ہیں

"الدولة لها أعمار كأعمار الأفراد، لها طور النشوء ثم الشباب ثم الكهولة فالهرم فالزوال".

"ریاست کی عمر انسانوں کی مانند ہوتی ہے ایک نشو و نما کا دور، پھر جوانی، اس کے بعد پختگی، پھر بڑھاپا اور پھر زوال۔"[5]

یہ نظریہ نہ صرف سائنسی ترتیب پیش کرتا ہے بلکہ قرآنی سنتوں کے عملی اطلاق کا بھی مظہر ہے۔

2۔ اقبال کا نظریۂ تاریخ فکری و فلسفیانہ بنیادیں

اقبال کا نظریۂ تاریخ ایک ہمہ گیر فکری و روحانی جہت رکھتا ہے، جو محض ماضی کے تجزیے یا حال کی تفہیم تک محدود نہیں بلکہ مستقبل کی تعمیر کے خواب سے جڑا ہے۔ ان کے نزدیک تاریخ کا اصل محرک انسان کا باطن، اس کی خودی، اور اس کی جدوجہد ہے۔ اقبال کی نگاہ میں تاریخ ایک جامد ریکارڈ نہیں بلکہ مسلسل حرکت، ارتقاء اور معنوی کشمکش کا نام ہے۔ اس نظریے کی تشکیل میں کئی فکری و روحانی ماخذات نے اہم کردار ادا کیا جن میں قرآن، ابن خلدون، رومی، برگسن اور نطشے قابل ذکر ہیں۔

اقبال کے فلسفہ تاریخ پر اثر انداز ہونے والے عوامل

اقبال کے نزدیک قرآن مجید تاریخ کا سب سے بڑا ماخذ اور رہنما ہے۔ قرآن نہ صرف انسانی تاریخ کی معنوی توجیہ کرتا ہے بلکہ اقوام کی عروج و زوال کی سنن بھی پیش کرتا ہے

﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

"اور یہ دن ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں۔"

اقبال قرآن کے اس بیان کو تاریخ کے عدمِ جمود اور اس کی تبدیلی پذیر فطرت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں

"قرآن کا تصور تاریخ جامد نہیں، بلکہ وہ انسان کو زمان و مکان کے اندر ایک فعال و متحرک قوت کے طور پر پیش کرتا ہے۔"[6]

ابن خلدون نے تاریخ کو ایک عقلی علم قرار دیا اور اس میں اصول و علل کو بنیاد بنایا۔ اقبال نے ان کے افکار سے اخذ کرتے ہوئے تاریخ کو محض روایت نہیں بلکہ "سائنس آف سوسائٹی" کے طور پر دیکھا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں

"التاريخ في ظاهره لا يزيد عن الإخبار، و لكنه في باطنه نظر و تحقيق"".تاریخ بظاہر محض خبریں ہیں، لیکن باطن میں تجزیہ اور تحقیق ہے۔"[7]

رومی کی تعلیمات نے اقبال کو تاریخ کو روحانی سفر کے طور پر دیکھنے پر آمادہ کیا، جہاں عشق، سلوک، اور باطن کی بیداری اقوام کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں

---

[5] Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān, *Al-Muqaddimah* (Cairo Dār al-Fikr, 2004), 1 223

[6] Iqbal, Muhammad. *Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore Shaikh Muhammad Ashraf, 1958), 1 120.

[7] Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān, *Al-Muqaddimah* (Cairo Dār al-Fikr, 2004), 1 6

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"مثنوی معنوی مولاناروم دکان شریعت، طریقت، حقیقت است"

"مولاناروم کی مثنوی شریعت، طریقت اور حقیقت کی دکان ہے۔"[8]

برگسن کے "تخلیقی ارتقاء (Creative Evolution) "کے نظریے نے اقبال کو وقت، حرکت اور جدت کا نیا ادراک عطا کیا۔ اقبال لکھتے ہیں:

"برگسن نے ہمیں سکھایا کہ وقت محض ریاضیاتی تصور نہیں بلکہ زندہ اور متحرک حقیقت ہے۔"[9]

نطشے کے "Overman" (انسانِ کامل) کے تصور نے اقبال کے "خودی" کے نظریے کو نئی جہت دی۔ اگرچہ اقبال نطشے کے الحاد سے اختلاف رکھتے ہیں، لیکن ان کی فلسفیانہ جدوجہد سے متاثر ضرور ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

""نطشے کی غلطی یہ ہے کہ اس نے طاقت کو محبت اور روحانیت سے الگ کر دیا۔"[10]

تاریخ کا تصور بطور حرکت، جدوجہد، اور بیداری

اقبال کے نزدیک تاریخ کوئی ساکن عمل نہیں بلکہ مسلسل حرکت اور جدوجہد کا نام ہے۔ وہ ماضی پرستی سے اجتناب کرتے ہیں اور حال و مستقبل پر توجہ کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کا مشہور شعر ہے

تہذیب کے آزر نے تمدن کے صنم کو
نقد دل وجاں سے تراشا ہے سنم گر کی طرح

اقبال کے نزدیک انسان خود اپنی تقدیر کا معمار ہے۔ ان کی فلسفیانہ نظموں میں "خودی "کا تصور دراصل تاریخ سازی کا نظریہ ہے۔ وہ کہتے ہیں

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے"[11]

امتِ مسلمہ کی تاریخ کے عروج وزوال پر اقبال کی نگاہ

اقبال کی نظر میں امتِ مسلمہ کے عروج کا راز قرآن سے وابستگی، عملیت، اور اجتہاد میں پوشیدہ ہے، جب کہ زوال کا سبب جمود، تقلید، اور روحانی زوال ہے۔ وہ کہتے ہیں

"گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا"[12]

[8] Iqbal, Muhammad. *Letters to R.A. Nicholson* (Lahore Iqbal Academy, 1963), 1 52.
[9] Iqbal, Muhammad. *Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore Shaikh Muhammad Ashraf, 1958), 1 103
[10] Iqbal, Muhammad. *Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore Shaikh Muhammad Ashraf, 1958), 1 145
[11] Iqbal, Muhammad. *Bāl-e-Jibrīl* (Lahore Iqbal Academy, 1935), 1 47.
[12] Iqbal, Muhammad. *Bāl-e-Jibrīl* (Lahore Iqbal Academy, 1935), 1 81.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اقبال کے نزدیک تاریخ کا زوال بھی سبق ہے، اور یہی شعور قوموں کو بیدار کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تاریخ کا مطالعہ محض یادداشت نہیں بلکہ امت کی بیداری اور نشاۃ ثانیہ کا وسیلہ ہے۔

3۔ فارسی شعری روایت میں فلسفۂ تاریخ

فارسی شاعری کی روایت میں فلسفۂ تاریخ کے عناصر فردوسی، سنائی، عطار، رومی، سعدی اور حافظ جیسے شعرا کی تخلیقات میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان شعرا نے انسانی حیات کے تغیرات، قوموں کے عروج و زوال، زمانے کی بے ثباتی اور تاریخ کی تکرار کو معنوی پیرایے میں پیش کیا۔

رومی کے ہاں وقت اور تاریخ ایک روحانی سلوک کے ذریعے سمجھنے کا ذریعہ بنتی ہے:

ای بسا ابلیس آدم روی هست

پس به هر دستی نباید داد دست[13]

"کتنے ہی ابلیس آدم کے چہرے میں ہوتے ہیں، لہٰذا ہر ہاتھ کو تھام لینا دانشمندی نہیں۔"

یہ شعر تاریخی تجربے سے حاصل شدہ اخلاقی دانش کی نمائندگی کرتا ہے۔ تاریخ یہاں فرد اور معاشرے کے شعور کی تعمیر کا ذریعہ بنتی ہے۔

فردوسی کی *شاہنامہ* میں تاریخ کا تصور صرف شاہان کی داستان نہیں بلکہ تہذیبی و قومی شعور کی بازیافت ہے:

بسی رنج بردم در این سال سی

عجم زنده کردم بدین پارسی[14]

"میں نے تیس برسوں میں بڑی محنت کی، اور فارسی زبان میں ایران کو زندہ کیا۔"

یہ اقرار فردوسی کی تاریخ فہمی کو آشکار کرتا ہے جس میں تہذیبی شناخت کو تاریخی شعور سے جوڑا گیا ہے۔

سنائی کے ہاں تاریخ ایک اخلاقی و عرفانی تنقید کے طور پر بھی جلوہ گر ہوتی ہے:

جهان گر هزار سال بپاید

همه آن به خاک باز آید[15]

"اگر دنیا ہزار برس بھی قائم رہے، آخر کار سب خاک میں مٹی ہو جائے گا۔"

یہ رجائیت اور فنا کا تصور فارسی شعری روایت میں فلسفۂ تاریخ کو ایک اخلاقی افق عطا کرتا ہے۔

[13] Rūmī, *Mathnawī-yi Maʿnawī*, Tehran: Amīr Kabīr, 1379 SH, 2: 17
[14] Firdawsī, *Shāhnāma*, Tehran: Nashr-i Naw, 1385 SH, 1: 3
[15] Sanāʾī, *Ḥadīqat al-Ḥaqīqa*, Tehran: Bustān-i Kitāb, 1380 SH, p. 112

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اقبال کی فارسی شعری روایت میں فلسفۂ تاریخ

اقبال نے فارسی شاعری کو تاریخ کے ایک فعال اور انقلابی شعور کے لیے استعمال کیا۔ اُن کے ہاں تاریخ ایک روحانی اور تہذیبی توانائی کی بازیافت کا ذریعہ ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

بیا تا کار این امت بسازیم
زخاک او چراغی بر فرازیم[16]

"آؤ اس امت کا کام سنواریں، اور اس کی خاک سے ایک چراغ روشن کریں۔"

یہ شعر تاریخ کے فعال، حرکی اور تخلیقی فہم کی ترجمانی کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک تاریخ محض ماضی کی کہانی نہیں بلکہ ایک زندہ اور متحرک قوت ہے جو حال کی تشکیل اور مستقبل کی تعمیر کرتی ہے۔

اقبال کے ہاں زمانہ ایک خاص استعارہ بن جاتا ہے، جیسا کہ رموزِ بیخودی میں آیا:

زمانہ خود ز خود نیست ای جوانمرد
زمانہ را تو می سازی، زمانی[17]

"اے بہادر جوان! زمانہ خود بخود نہیں بنتا، تو ہی زمانہ بناتا ہے، کسی وقت میں۔"

یہاں اقبال تاریخ کو انسانی ارادے اور خودی کے ساتھ مربوط کرتے ہیں۔ وہ مسلمان کو ماضی پر نوحہ کرنے کے بجائے، نئی تاریخ لکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔

مابعد کی فارسی شعری و نثری روایت پر فلسفۂ تاریخ کے تشکیلی اثرات

اقبال کے بعد فارسی شاعری و نثر میں تاریخ کا تصور مزید فعّال، علامتی اور فکری بن گیا۔ کئی معاصر شعرا اور نثر نگاروں نے تاریخ کو فقط واقعات کی فہرست کے بجائے انسانی شعور کی ساخت کے ایک عمل کے طور پر اپنایا۔

شہریار لکھتے ہیں:

بہ یاد آن شب بی خواب وخستہ
کہ تاریخ از دلم بگذشت آہستہ[18]

"اس تھکی ہوئی، بے خواب رات کی یاد میں، جب تاریخ میرے دل سے آہستہ سے گزری۔"

یہ شعر تاریخ کو ایک داخلی تجربہ بناتا ہے، ایک نفسیاتی و وجدانی عمل۔

[16] Iqbal, *Payām-i Mashriq*, Lahore: Iqbal Academy, 1923, p. 48
[17] Iqbal, *Rumūz-i Bikhudī*, Lahore: Iqbal Academy, 1918, p. 22
[18] Shahryār, *Divān-i Shahryār*, Tehran: Intishārāt-i Negāh, 1390 SH, p. 92

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اسی طرح نثر میں **علی شریعتی** نے تاریخ کو فکری انقلابی تناظر میں یوں دیکھا:

"تاریخ، خدا کے ہاتھ میں وہ قلم ہے جس سے وہ قوموں کے کردار لکھتا ہے۔[19]"

شریعتی کے ہاں تاریخ معرفت، مزاحمت اور نجات کی ایک جدلیاتی جہت اختیار کر لیتی ہے۔

تائیدی آرا

بدیع الزمان فروزانفر نے رومی کی مثنوی کے حوالے سے لکھا:

"رومی کی تاریخ فہمی صرف واقعہ نگاری نہیں، بلکہ ایک باطنی سلوک کا بیانیہ ہے جو ماضی کو حال کے آئینے میں دیکھنے کی دعوت دیتا ہے۔[20]"

علامہ شبلی نعمانی نے لکھا:

"اقبال کی شاعری میں تاریخ ایک مجرّد مضمون نہیں بلکہ ایک زندہ تحریک ہے جو فرد کو اس کی ذمے داری کا احساس دلاتی ہے۔[21]"

اقبال کی شاعری محض الفاظ کا مجموعہ یا شعری فنکاری کا اظہار نہیں بلکہ ایک گہرا فکری، روحانی اور تہذیبی پیغام ہے، جو اسلامی روایت، قرآنی فکر، اور جدید زمانے کے چیلنجز کو سامنے رکھ کر تشکیل دیا گیا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں جب مسلمانانِ ہند سیاسی انحطاط، فکری جمود اور روحانی زوال کا شکار تھے، اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے ایک ہمہ جہت تحریک کا آغاز کیا—ایسی تحریک جس کی بنیاد تاریخی شعور، خودی کی تعمیر اور اسلامی نشاۃِ ثانیہ پر ہے۔ ان کی نظموں میں جہاں فلسفۂ خودی اور تصورِ عشق جیسے موضوعات ابھرتے ہیں، وہیں تاریخ کا ایک متحرک، قرآنی اور اخلاقی فہم بھی نمایاں ہوتا ہے، جو ان کی فکری گہرائی کا مظہر ہے۔ فلسفۂ تاریخ ایک ایسا میدان ہے جو انسانی وجود، زمان و مکان، اور تہذیبوں کے عروج و زوال کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر میں تاریخ صرف ماضی کی داستان نہیں بلکہ عبرت، بصیرت اور عمل کی تحریک ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ﴾۔ اس کے برخلاف مغربی فلسفۂ تاریخ—ہیگل، مارکس، اسپنگلر یا ٹوائن بی کی صورت میں—زیادہ تر مادّی، تہذیبی یا جبری ارتقاء پر زور دیتا ہے، جس میں انسان اکثر کسی بڑے نظام کا محض پرزہ نظر آتا ہے۔ اقبال ان دونوں زاویوں کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں اور اسلامی فکر کی روشنی میں ایک ایسا تصورِ تاریخ پیش کرتے ہیں جو روحانی فاعلیت، اخلاقی ذمہ داری اور مستقبل آفرینی سے عبارت ہے۔

4۔ اقبال کی فارسی شاعری میں فلسفۂ تاریخ

اقبال کی فارسی شاعری اسلامی فکر، روحانی ارتقاء، اور تاریخ کے فلسفیانہ مفاہیم کا مرقع ہے۔ ان کے فارسی کلام میں تاریخ کا تصور نہ صرف ایک فکری و تجزیاتی موضوع کے طور پر موجود ہے بلکہ اس کی تہہ میں خودی، امت، اور تہذیب کی روحانی معنویت بھی پوشیدہ ہے۔ ان کی فارسی نظموں میں فرد اور امت، مشرق اور مغرب، ماضی اور مستقبل کے تعلقات پر نہایت عمیق بصیرت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں اسلامی فلسفۂ تاریخ اقبال کے منفرد اسلوب اور اصطلاحات کے ذریعے جلوہ گر ہوتا ہے۔

---

[19] Sharīʿatī, ʿAlī, *Tārīkh wa Maʿrifat*, Tehran: Bunyād-i Farhangī-yi ʿAlī Sharīʿatī, 1362 SH, p. 45

[20] Furūzānfar, Badiʿ al-Zamān, *Sharḥ-i Ahwāl wa Ārāʾ-yi Mawlānā*, Tehran: Dānishgāh-i Tihrān, 1371 SH, p. 103

[21] Naʿmānī, Shiblī, *Maqālāt-i Shiblī*, Lahore: Matbaʿ Mujtabāʾī, 1909, 2: 215

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اسرارِ خودی فرد کی روحانی تاریخ اور خودی کا ارتقاء

اقبال کی پہلی فارسی تصنیف اسرارِ خودی (1915ء) فرد کی انفرادی خودی کے ارتقاء پر مرکوز ہے۔ اقبال کے نزدیک تاریخ کا محرک فرد کی خودی ہے، جو روحانی بیداری، ارادے، اور عمل کے ذریعے قوتِ تخلیق اختیار کرتی ہے۔

اقبال فرماتے ہیں

"خودی را رمز کن در جبر تاریخ"

"خودی کو تاریخ کے جبر میں ایک راز کی طرح چھپا دے"[22]

اس شعر میں "جبرِ تاریخ" سے مراد وہ طاقتیں ہیں جو انسان کو محدود کرنے کی کوشش کرتی ہیں، لیکن اقبال کہتے ہیں کہ جو شخص اپنی خودی پہچان لے، وہ تاریخ کے جبر کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

یہ نکتہ قرآن سے بھی ہم آہنگ ہے، جہاں ارشاد ہے

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾

"بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے"[23]

رموزِ بیخودی امت کا تاریخی سفر اور اجتماعی خودی

رموزِ بیخودی (1918ء) میں اقبال نے فرد سے آگے بڑھ کر امتِ مسلمہ کی اجتماعی خودی کا تصور پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں تاریخ امت کے سفر، اس کی نشاۃِ ثانیہ، اور روحانی بیداری کا آئینہ ہے۔

اقبال لکھتے ہیں

"مسلمان باز بیدار است اگر خواہی کہ عالم راد گر سازی"

"اگر تو چاہتا ہے کہ دنیا کو بدل دے، تو مسلمان کو دوبارہ بیدار کر دے"[24]

یہ شعر اقبال کے نظریۂ تاریخ کا مرکزی پیغام ہے دنیا کی تقدیر کو وہی قومیں بدل سکتی ہیں جو روحانی طور پر بیدار ہوں، اپنی تاریخ سے سبق لیں اور مستقبل کا لائحۂ عمل طے کریں۔ یہی تعلیم ہمیں رسول اکرم ﷺ کی سنت سے ملتی ہے، جب انہوں نے مدینہ میں ایک نئی تہذیب اور تاریخ کی بنیاد رکھی۔

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ"

"میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں"[25]

---

22 Iqbal, Muhammad. *Asrār-e Khudī* (Lahore Iqbal Academy, 1915), 1 32
23 Al-Qurʾān, al-Raʿd 1311
24 (Iqbal, Muhammad. *Rumāz-e Bēkhudī* (Lahore Iqbal Academy, 1918), 1 45.)
25 Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishāpūr Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 1 2722

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

پیامِ مشرق (1923ء) اقبال کا مغربی دنیا کے مفکرین کے نام پیغام ہے جس میں وہ تاریخ، تمدن، اور انسانی روح کے مختلف زاویوں کا تقابلی تجزیہ کرتے ہیں۔ وہ مغرب کی عقلیت پرستی اور مادہ پرستی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے مشرق کے روحانی امکانات کو اجاگر کرتے ہیں۔

اقبال مغرب کو یاد دلاتے ہیں کہ

"تمدن، علم، صنعت، فن، خرد چیزیں ہیں کیا آخر

جنھیں کچھ بھی نہیں حاصل، خودی کے سوزِ نہاں سے[26]"

زبورِ عجم (1927ء) میں اقبال نے تاریخ کے بارے میں صوفیانہ، اخلاقی اور شعوری رنگ میں اشعار کہے، جن میں عشق، خودی، عمل، اور انقلابی روح نمایاں ہیں۔

اقبال فرماتے ہیں

"خودی سوزی و خودی پروری است

جہان راز نو آفریں داست"

"خودی کو جلا دینا اور خودی کی پرورش کرنا

یہی دنیا کی نئی تعمیر کا راز ہے[27]"

فارسی اشعار میں تاریخی شعور کی جھلک

"خودی را رمز کن در جبر تاریخ"

یہ مصرع انسانی آزادی اور تاریخ کی قوتوں کے درمیان تعلق کو بیان کرتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ خودی، جو انسان کے باطن کا جوہر ہے، اسے جبرِ تاریخ کے اندر محفوظ رکھنا ہی اصل کامیابی ہے۔ یہ فکر نطشے کی "Will to Power" اور برگسن کے "Creative Evolution" سے بھی ہم آہنگ ہے، تاہم اقبال اسے اسلامی روحانیت میں سمو دیتے ہیں۔

"مسلمان باز بیدار است اگر خواہی کہ عالم را دگر سازی"

یہ شعر صرف شاعری نہیں بلکہ ایک تاریخی فریاد ہے کہ جب تک مسلمان اپنی تاریخ، مقصد، اور روحانی اساس سے غافل رہے گا، وہ نہ خود بدل سکے گا اور نہ دنیا کو۔ یہ نکتہ ابن خلدون کے اس اصول سے قریب ہے کہ قوموں کی عصبیت، ایمان، اور روح ہی تاریخ کے تغیرات کی بنیاد ہے[28] اقبال کی فارسی شاعری میں فلسفۂ تاریخ نہایت گہرا اور ہمہ جہت انداز میں بیان ہوا ہے۔ فرد کی خودی، امت کا شعور، اور مشرق و مغرب کے تقابلی

[26] Iqbal, Muhammad. *Payām-e Mashriq* (Lahore Iqbal Academy, 1923), 1 68
[27] Iqbal, Muhammad. *Zabūr-e ʿAjam* (Lahore Iqbal Academy, 1927), 1 51.
[28] Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān, *Al-Muqaddimah* (Cairo Dār al-Fikr, 2004), 1 54

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

مکالمے کے ذریعے انہوں نے نہ صرف اسلامی تاریخ کے عوامل کو سمجھنے کی کوشش کی بلکہ مستقبل کی تعمیر کا شعوری لائحۂ عمل بھی پیش کیا۔ ان کا پیغام یہ ہے کہ انسان خود کو پہچانے، تاریخ سے سیکھے، اور عمل کے ذریعے تاریخ کے دھارے کو بدلنے کا ہنر پیدا کرے۔

5۔ فارسی شاعری کی روشنی میں اقبال کا تصورِ تاریخ اور مغربی فلسفہ تاریخ کا تقابلی مطالعہ

اقبال نے اپنی فارسی نظموں میں وقت، تاریخ اور انسانی کردار کے درمیان گہرے ربط کو پیش کیا ہے۔ ان کے ہاں تاریخ کا شعور انسان کی خودی سے مربوط ہے۔ وہ تاریخ کو ایک بیدار لمحہ بناتے ہیں نہ کہ ماضی کی جامد تصویر۔ ان کے ہاں تاریخ کا تصور کسی ایک خطے یا قوم تک محدود نہیں، بلکہ وہ اسے ایک آفاقی پیغام کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں:

چو فردا نظر می کنی، ناگزیر

بگوئی کہ من بودم اندر ضمیر[29]

"جب تُو کل کی طرف دیکھے گا، تو تجھے یہ کہنا پڑے گا کہ میں (ہی) ضمیرِ کائنات میں موجود تھا۔"

اقبال کا تصورِ تاریخ ایک گہری روحانی بصیرت پر مبنی ہے، جو مغرب کے غالباً مادی و عقلی نظریاتِ تاریخ سے یکسر مختلف ہے۔ مغربی مفکرین جیسے ہیگل، مارکس، اسپنگلر، اور ٹوائن بی نے تاریخ کے محرکات کو زیادہ تر خارجی، مادی، یا تہذیبی عوامل میں تلاش کیا ہے، جبکہ اقبال نے تاریخ کو ایک روحانی جدوجہد، خودی کی تربیت، اور الہامی مقصد کے تناظر میں دیکھا۔ اس تقابلی مطالعے سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال صرف مغربی فلسفۂ تاریخ پر تنقید ہی نہیں کرتے بلکہ وہ اس کا ایک متبادل بھی پیش کرتے ہیں جو انسانی روح، اخلاق، اور الوہی رہنمائی پر مبنی ہے۔

ہیگل، ٹوائن بی، اسپنگلر، مارکس کے مقابل

جرمن فلسفی **ہیگل (Hegel)** کے مطابق تاریخ ایک عقلی عمل ہے جو جدلیاتی ارتقاء (dialectical process) کے ذریعے آگے بڑھتی ہے۔ وہ کہتا ہے

"دنیا کی تاریخ آزادی کے شعور کی ترقی کے سوا کچھ نہیں۔[30]"

اقبال اس تصور کو محدود سمجھتے ہیں کیونکہ یہ صرف عقل و شعور پر زور دیتا ہے، جبکہ اقبال کے نزدیک روح، وجدان، اور وحی کا بھی کردار ہے۔

مارکس (Karl Marx) کے نزدیک تاریخ کا محرک معاشی قوتیں ہیں

""اب تک کی ساری انسانی تاریخ طبقاتی کشمکش کی تاریخ ہے۔[31]"

اقبال کے نزدیک یہ نظریہ روحانیت سے خالی ہے، اور وہ اسے "تہذیبِ حاضر کا جادو " کہتے ہیں

[29] (Iqbāl, Muḥammad, Asrār-i Khudī (Lahore: Dāniyāl Publishers, 1920), 45.)

[30] Hegel, Georg Wilhelm Friedrich. *Lectures on the Philosophy of History* (Berlin Clarendon Press, 1837), 1 15.)

[31] Marx, Karl, and Friedrich Engels. *The Communist Manifesto* (London Penguin, 1848), 1 3.)

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"تہذیبِ حاضر کا جادو ہے، روحانی افلاس کا پردہ[32]"

اسپنگلر (Oswald Spengler) نے تاریخ کو تہذیبوں کی حیاتیاتی زندگی سمجھا، جس میں ہر تہذیب پیدا ہوتی ہے، جوان ہوتی ہے اور مر جاتی ہے۔ اس کا نظریہ مایوسی پر مبنی ہے۔

"Each culture has its own soul, and dies its own death."

"ہر تہذیب کی اپنی روح ہوتی ہے، اور وہ اپنی موت مرتی ہے۔[33]"

اقبال اس تصور کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اسلامی تہذیب **موت سے ماورا** ہے، بشرطیکہ امت اپنی خودی کو زندہ رکھے۔

ٹوائن بی (Arnold Toynbee) کے مطابق تہذیبوں کی بقا ان کے ردِّ عمل کی صلاحیت پر ہے۔ ان کا نظریہ نسبتاً متوازن ہے، اور اقبال کے تصورِ عمل سے قریب تر بھی ہے۔

"Civilizations die from suicide, not by murder."

"تہذیبیں قتل سے نہیں بلکہ خودکشی سے مرتی ہیں۔[34]"

مغرب میں مادّی عوامل، اقبال کے ہاں روحانی محرکات

مغربی مفکرین عمومی طور پر تاریخ کو **سائنس، معیشت، ریاست، یا تہذیب** کے مادی زاویوں سے دیکھتے ہیں، لیکن اقبال کے ہاں تاریخ کی محرک قوتیں توحید، نبوت، جہاد، اجتہاد **اور** خودی جیسے روحانی و دینی عناصر ہیں۔

اقبال قرآن سے استدلال کرتے ہیں

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾

"تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لیے پیدا کی گئی[35]"

اور یہ آیت ان کے تصورِ تاریخ کو قوت دیتی ہے امت اگر اپنے دینی فرائض ادا کرے تو وہ تاریخ میں قیادت کا مقام رکھ سکتی ہے۔

مغربی فلسفۂ تاریخ میں **ہیرو** (Hero) اکثر **فردِ واحد** ہوتا ہے جو تاریخ کو بدلتا ہے (مثلاً نپولین، ہٹلر، سکندر وغیرہ)۔ ہیگل کا "World Spirit" انہی افراد میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اقبال کے ہاں **"مردِ مومن"** ایک روحانی، باصفا، خداشناس اور باعمل انسان ہے جو **تاریخ کو الٰہی ہدایت کے تابع بدلتا ہے**۔ وہ فرماتے ہیں

"مردِ مومن ہے وہی، فاتحِ عالمِ افکار[36]"

---

[32] Iqbal, Muhammad. *Bāl-e Jibrīl* (Lahore Iqbal Academy, 1935), 1 52.
[33] Spengler, Oswald. *The Decline of the West* (Munich C. H. Beck, 1918), 1 45.
[34] Toynbee, Arnold. *A Study of History* (London Oxford University Press, 1934), 2 312.
[35] Al-Qurʾān, Āl ʿImrān 3110
[36] Iqbal, Muhammad. *Zarb-e Kalīm* (Lahore Iqbal Academy, 1936), 1 42

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اقبال کے نزدیک مردِ مومن تاریخ کا رازشناس، اور تقدیر کا خالق ہے

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے"[37]

تاریخ کا مقصد انسان کی فکری و اخلاقی ترقی

اقبال کے نزدیک تاریخ کا مقصد صرف ماضی کی بازیافت نہیں بلکہ فرد اور امت کی فکری و اخلاقی ارتقاء ہے۔ تاریخ نہ صرف عبرت ہے بلکہ دعوتِ عمل بھی ہے۔ اقبال فرماتے ہیں:

"نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز

یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے"[38]

اقبال اور مغربی مفکرین کے درمیان فلسفۂ تاریخ میں جوہری فرق یہ ہے کہ جہاں مغرب تاریخ کو مادی و عقلی عوامل کا نتیجہ سمجھتا ہے، وہاں اقبال تاریخ کو روحانی ارتقاء، اخلاقی مقصد، اور الہامی رہنمائی سے جوڑتے ہیں۔ اقبال کا مردِ مومن مغرب کے تاریخی ہیرو سے زیادہ بلند ہے کیونکہ وہ نہ صرف عمل کرتا ہے بلکہ الٰہی ہدایت کے تابع ہو کر تاریخ کی نئی جہت پیدا کرتا ہے۔

6۔ فارسی شاعری اور اقبال کے ہاں عروج وزوال کی قرآنی تعبیر

فارسی شاعری میں عروج وزوال کے موضوع کو گہری روحانی اور تاریخی بصیرت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، جو بالخصوص قرآنی تعلیمات سے متاثر ہے۔ قرآن مجید میں قوموں کے عروج وزوال کو ایک الٰہی نظام کے تحت دکھایا گیا ہے، جہاں ایمان، عدل، شکر، اور اطاعت کو عروج کا سبب جبکہ ظلم، کفر، سرکشی اور نافرمانی کو زوال کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ فارسی ادب میں یہ قرآنی فکر حافظ، مولانا روم، سعدی، اور دیگر صوفی شعراء کے ہاں نمایاں طور پر موجود ہے۔ علامہ محمد اقبال، جن کی فکری جڑیں فارسی شعری روایت سے جڑی ہوئی ہیں، اسی قرآنی تصور کو اپنی شاعری میں اجاگر کرتے ہیں، خاص طور پر مسلم امت کے زوال اور اس کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے۔

فارسی شاعری میں قرآنی تصورِ عروج وزوال

فارسی شاعری میں مولانا روم وہ بلند پایہ شاعر ہیں جنہوں نے انسانی روح، قوموں کے انجام اور عروج وزوال کے اسرار کو قرآن کی روشنی میں بیان کیا۔ ان کی مثنوی میں یہ مفہوم بہت واضح انداز میں بیان ہوا ہے:

چوں سلیمان رفت، موران گشت شاہ

چوں ز قومے رفت، شد نا کس سپاہ[39]

[37] Iqbal, Muhammad. *Bāl-e Jibrīl* (Lahore Iqbal Academy, 1935), 1 33
[38] Iqbal, Muhammad. *Bāl-e Jibrīl* (Lahore Iqbal Academy, 1935), 1 21
[39] Iqbāl, Muḥammad. Rumūz-i Bīkhudī. (Lāhor: Dār al-Shuʿūr, 1918), 45.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

یعنی "جب سلیمان (علیہ السلام) چلے گئے تو چیونٹیاں بادشاہ بن گئیں، اور جب کوئی قوم چلی گئی تو بے وقوف لوگ فوج بن گئے۔"

یہ اشعار قرآن کی ان آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن میں حضرت سلیمانؑ کی حکمرانی اور اُن کی وفات کے بعد پیش آنے والے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ یہاں مولانا روم قوموں کی اخلاقی و روحانی قیادت کے ختم ہونے کے نتیجے میں ان کے زوال کا گہرا نقشہ کھینچتے ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمْ[40]

"یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم کو دی ہوئی نعمت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل دیں۔"

یہی فکر مولانا روم کے کلام میں جلوہ گر ہے کہ جب اقوام اپنے اندر کی حالت بدلتی ہیں تو ان کی اجتماعی تقدیر بھی بدل جاتی ہے۔

علامہ اقبال اور قرآنی تصورِ زوال

اقبال فارسی شاعری کے وارث ہیں اور ان کے ہاں قرآنی فکر مرکزیت رکھتی ہے۔ اقبال نے اپنی فارسی مثنوی **"اسرارِ خودی"** اور **"رموزِ بے خودی"** میں عروج و زوال کی قرآنی تعبیر کو مسلمانانِ عالم کے لیے آئینہ بنا کر پیش کیا۔

مثلاً اقبال فرماتے ہیں:

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست[41]

"میں تجھے مردِ مؤمن کی نشانی بتاتا ہوں: جب موت آتی ہے تو اس کے لبوں پر تبسم ہوتا ہے۔"

یہ اشارہ اس قرآنی تعلیم کی طرف ہے کہ ایمان اور قربِ الٰہی انسان کو خوف و غم سے آزاد کرتا ہے۔ زوال اس وقت آتا ہے جب فرد و قوم خودی (خود شناسی و خدا شناسی) سے محروم ہو جائے۔

اقبال نے قرآن کے ان تصورات کو براہِ راست اپنی نظموں میں بیان کیا:

ہر کسی را سورۂ عصرے جداست

در مقاماتِ محمد مصطفیٰؐ است[42]

"ہر فرد کی سورہ العصر الگ ہے، اور حقیقی ترقی کا راستہ حضرت محمد ﷺ کے مقام و مرتبہ سے وابستہ ہے۔"

اقبال کی فکر میں یہ بات واضح ہے کہ امت کا عروج قرآن سے وابستگی، سیرتِ رسول ﷺ کی پیروی، اور روحانی بیداری سے ممکن ہے، ورنہ زوال مقدر ہے۔

40 Surah al-Anfāl, 8:53
41 **Iqbāl, Muḥammad.** *Asrār-i Khudī.* (Lāhor: Dār al-Shuʿūr, 1920), 32.
42 Iqbāl, Muḥammad. Asrār-i Khudī. (Lāhor: Dār al-Shu‘ūr, 1920), 55.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

حدیثِ نبوی کی تائید

قرآن کے ان اصولوں کی تائید حدیثِ نبوی سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ:

إنَّ اللهَ لا يَنزِعُ العلمَ انتزاعًا يَنْتَزِعُهُ من الناسِ، ولكنْ يَقبِضُ العُلماءَ، حتى إذا لم يُبْقِ عالمًا، اتخذَ الناسُ رُؤوسًا جُهَّالًا، فسُئِلوا فأفتَوْا بغيرِ علمٍ، فضلُّوا وأضلُّوا[43]

"اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے یک لخت چھین نہیں لیتا، بلکہ علماء کو اُٹھالیتا ہے، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے تو لوگ جاہلوں کو قائد بنالیتے ہیں، وہ بغیر علم کے فتویٰ دیتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔"

یہ حدیث اسی قرآنی اور اقبالی تصور کو تقویت دیتی ہے کہ جب علم وقیادت ختم ہو جائے تو زوال آتا ہے، اور جب روحانی واخلاقی رہنما باقی نہ رہیں تو معاشرہ بے سمتی کا شکار ہو جاتا ہے۔

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں:

"قوموں کے عروج وزوال کا تعلق ان کے اخلاقی اور روحانی نظام سے ہے۔ قرآن میں قوموں کی تاریخ کو ان کی نیکی اور بدی کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔"[44]

ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق:

"اقبال نے فارسی شاعری میں قرآن کے اصولوں کو نئے تناظر میں بیان کیا، جہاں مسلم قوم کی روحانی بیداری اور عملی انقلاب کا پیغام موجود ہے۔"

فارسی شاعری میں قرآنی تصورِ عروج وزوال ایک فکری ستون کی حیثیت رکھتا ہے، جو صرف ماضی کی قوموں کے تجزیے تک محدود نہیں بلکہ موجودہ دور کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اقبال نے اس تصور کو نئی روح بخشی اور مسلمانوں کو قرآن کی روشنی میں اپنے زوال کی وجوہات سے باخبر کر کے، انہیں عروج کے راستے کی طرف متوجہ کیا۔

نتائج وتجزیہ

اقبال کی شاعری، خصوصاً اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں، ایک عمیق قرآنی شعورِ تاریخ کی مظہر ہے۔ ان کی فکر میں تاریخ کوئی جامد یا ماضی پرستی کا مضمون نہیں بلکہ ایک زندہ، متحرک اور تعمیری قوت ہے جو فرد اور امت کی بیداری، خودی کی تعمیر اور مستقبل کی سمت رہنمائی کرتی ہے۔ اقبال نے تاریخ کو محض واقعات کی ترتیب نہیں سمجھا، بلکہ اسے ایک اخلاقی، روحانی اور انقلابی پیغام کے طور پر برتا—ایسا پیغام جو قرآن سے ماخوذ ہے، اور جس میں انسان کی حیثیت بطورِ خلیفۃ اللہ نمایاں ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک تاریخ دراصل انسان کے داخلی شعور اور اس کے عملی فیصلوں کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اقبال کی اردو شاعری—جیسے *بانگِ درا*، *بالِ جبریل* اور *ضربِ کلیم*—میں وہ اشعار بار بار ملتے ہیں جو مسلمانوں کے ماضی کی عظمت، حال کی پستی اور مستقبل کی امید کو ایک مربوط فکری زنجیر میں باندھ دیتے ہیں۔ وہ امت مسلمہ کو صرف تاریخ پڑھنے کی دعوت نہیں دیتے بلکہ تاریخ بنانے اور بدلنے

---

[43] Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣahīḥ Muslim (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722
[44] Abul A'lā Mawdūdī, *Tafhīm al-Qur'ān*, Lahore: Islamic Publications Ltd., 1983, 2: 34

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

کی جرات بھی سکھاتے ہیں۔ "سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا" جیسا مصرعہ نہ صرف تاریخ کے سبق کی طرف اشارہ کرتا ہے بلکہ اسے نئے سرے سے جینے کی دعوت بھی دیتا ہے۔ اسی طرح ان کی فارسی شاعری، بالخصوص *اسرارِ خودی*، *رموزِ بیخودی* اور *پیامِ مشرق*، میں اسلامی نظریۂ تاریخ کو نہایت گہرائی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ وہاں فرد کی روحانی ترقی، امت کی اجتماعی بیداری اور مغرب و مشرق کے فکری تقابل کو تاریخی شعور کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اقبال کے ہاں تاریخ کا تصور "مقصدی" بھی ہے، "اخلاقی" بھی، اور "انقلابی" بھی۔ مقصدی اس لیے کہ وہ تاریخ کو انسان کے روحانی سفر اور خلافتِ ارضی کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں؛ اخلاقی اس لیے کہ وہ انسان کو اس کے اعمال کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں، جیسا کہ قرآن کہتا ہے **"إن الله لا يغير ما بقوم حتىٰ يغيروا ما بأنفسهم "**(بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ لائے)؛ اور انقلابی اس لیے کہ وہ ماضی پرستی نہیں بلکہ بیدار حال اور روشن مستقبل کے قائل ہیں، جہاں ہر فرد ایک مردِ مومن بن کر تاریخ کا رُخ موڑ سکتا ہے۔ عصرِ حاضر کے لیے اقبال کا پیغام واضح ہے تاریخ سے صرف واقف ہونا کافی نہیں، بلکہ اس سے سیکھ کر ایک نیا اور بامعنی کردار ادا کرنا لازم ہے۔ نوجوان نسل کے لیے یہ پیغام سب سے زیادہ اہم ہے— کہ وہ اپنی خودی کو پہچانیں، قرآنی اصولوں کی روشنی میں اپنی شخصیت اور سوسائٹی کو تشکیل دیں، اور استعمار، جمود اور غلامی کی ہر شکل کو رد کر کے ایک فعال اور باکردار امت کی تعمیر کریں۔ یہی تاریخی شعور، جو قرآن سے ماخوذ اور اقبال کی فکر سے مربوط ہے، آج کی دنیا میں اسلامی بیداری کی بنیاد بن سکتا ہے۔